www.ashabulhadith.com
free authentic Urdu lectures

شرح الاصول الثلاثة

ڈاکٹر مرتضی بن بخش حفظہ اللہ

درس نمبر۔17

%

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہُ وَنَسْتَعِینُہُ وَنَسْتَغْفِرُہُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ،مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہُ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلاَ ھَادِيَ لَہُ وَاَشْھَدُ اَنْ لاَ اِلَہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہُ لاَ شَرِیكَ لَہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُولُہُ :

17۔ درس نمبر:۱۷۔ ہجرت کی تعریف اور اس کے متعلق اہم بنیادیں، ہجرت قیامت تک باقی ہے، 99 قتل کرنے والے شخص کا قصہ، قناعت، آپ ﷺ کی مدنی زندگی (مختصر)۔ توحید........، آپ ﷺ کے چند خصائص، آپ ﷺ کی مرض الموت، آپ ﷺ کا خطبہ، آپ ﷺ کے آخری موت کے لمحات، سیدنا ابو بکر صدیق τ کا خطبہ اور اس کی حکمت۔

"الاصول الثلاثہ و ادلتھا" الامام العلامہ الشیخ محمد بن عبد الوہاب: کے تین بنیادی اصول کے رسالے کا درس جاری ہے اور ہم پہنچے تھے تیسرے اصل میں۔ ہجرت کے موضوع پر پچھلے درس میں بات ہوئی تھی اور آج کے درس میں جہاں پر رکے تھے وہیں سے آغاز کرتے ہیں۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں "والهجرة فريضة على هذه الأمة" (اور ہجرت فرض ہے اس امت پر) "من بلد الشرك إلى بلد الإسلام" (شرک کے ملک سے اسلام کے ملک کی طرف) "وهي باقية إلى أن تقوم الساعة" (اور ہجرت تا قیامت باقی ہے) ہجرت کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔ "والدليل قوله تعالى" اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ہجرت فرض ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۭ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُھَاجِرُوْا فِيْھَا ۭ فَاُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىھُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا 97؀ۙ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا 98؀ۙ فَاُولٰۗىِٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴾ (النساء/97-99)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ﴾ (بے شک جن لوگوں کی فرشتوں نے روح قبض کی) ﴿ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ﴾ (ان لوگوں نے اپنے اوپر ظلم کیا) کس چیز کا ظلم کیا؟ ہجرت نہ کرنے کا۔ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت مسلمانوں پر فرض ہو چکی تھی تو بعض لوگوں نے ہجرت نہیں کی استطاعت کے باوجود اور بعض لوگ مستطیع نہیں تھے ہجرت نہیں کر سکتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں اس آیات میں دونوں گروہوں کا حال بیان کیا ہے کہ جن لوگوں کی فرشتے روح قبض کرتے ہیں یعنی موت کے فرشتے اور ان لوگوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تو فرشتوں نے سوال کیا ان سے ﴿ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۭ ﴾ (تم لوگوں نے ہجرت کیوں نہیں کی) جب اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ ہجرت کرو مکہ سے مدینہ کی طرف تو تم نے ہجرت کیوں نہیں کی؟ ﴿قَالُوْا﴾ (انہوں نے جواب دیا) ﴿ كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ﴾ (ہم تو کمزور تھے بے چارے لوگ تھے، مستطیع نہیں تھے) ﴿قَالُوْٓا﴾ (فرشتوں نے کہا) ﴿ اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً ﴾

(کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہیں تھی؟)﴿فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ﴾(تو تم ہجرت کر لیتے)﴿فَاُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ﴾(پس ان ہی لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے)﴿وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴾(اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے)۔

اس سے یہ واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جہنم کی یہ سزا بتادی ہے کہ تم لوگوں کو بھی جہنم کا سامنا کرنا ہے اور جہنم بدترین ٹھکانہ ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ ہجرت کرنا واجب ہے اور واجب اور فرض کو چھوڑنے سے ہی جہنم کی سزا ملتی ہے، مستحب کو چھوڑنے سے جہنم کی سزا نہیں ملتی اور اس سے یہ بھی فائدہ ہوا کہ ہجرت کو ترک کرنا مستطیع کے لیے گناہ کبیرہ ہے۔ کفر کیوں نہیں ہے؟ اگلی آیات میں اس کا جواب ہے ﴿ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ﴾ جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا حال بیان کر دیا جو مستطیع تھے اور ہجرت کر سکتے تھے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی تو حکمت کی بات یہ تھی کہ کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے ہجرت نہیں کی ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا۔ ﴿اِلَّا﴾ یہاں پر استثناء ہے (سوائے ان لوگوں کے) ﴿الْمُسْتَضْعَفِيْنَ﴾ (جو واقعی ضعیف اور کمزور تھے) وہ دعویٰ کرتے تھے کمزوری کا اور بعض لوگ واقعی کمزور تھے۔ اور ان کا حال کون جانتا تھا؟ صرف اللہ تعالیٰ جانتا تھا، ظاہراً کوئی نہیں جانتا تھا۔ جن لوگوں نے ہجرت نہیں کی لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سارے کے سارے ضعیف ہیں کمزور ہیں ہجرت نہیں کر سکتے ان پر ہجرت واجب ہی نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ دلوں کے حال جانتا ہے۔ ﴿ يَعْلَمُ خَاۗىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾ (غافر/19) ﴿ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ﴾ سوائے ان لوگوں کے جو واقعی کمزور تھے اور ہجرت کے قابل نہیں تھے۔ وہ کون ہیں؟ تین قسم کے لوگ تھے ﴿ الرِّجَالِ﴾ (کچھ ایسے مرد تھے جو ہجرت نہیں کر سکتے تھے، جو واقعی ضعیف تھے) ﴿ وَالنِّسَاۗءِ﴾ (اور عورتیں بھی ایسی تھیں) ﴿وَالْوِلْدَانِ﴾ (اور بچے) نابالغ بچے بھی ایسے تھے جو ہجرت نہیں کر سکتے تھے۔ ﴿ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً﴾ (ان کو کوئی حیلہ نہیں تھا) نہ ان کے پاس مال تھا، نہ متاع تھا، نہ رہنمائی کرنے والا کوئی شخص تھا۔ ﴿ وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴾ (اور ان کو راستے کا بھی نہیں پتہ تھا) اگر کسی ذریعے سے کوئی مال و متاع بھی مل جاتا اب مدینے کی طرف کہاں سے جائیں، اب راستہ کہاں سے ملے گا ہمیں عورتوں کو راستے کا پتہ نہیں چلتا کچھ عورتوں ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے الگ الگ بیان کیا ہے۔ کچھ مرد ہیں ایسے کچھ عورتیں ہیں اور کچھ بچے ہیں، اکٹھے بھی ہیں اور الگ الگ بھی ہیں اور عورتیں اکیلے سفر نہیں کرتی تھیں۔ تو اگر کسی عورت کو جس کا مرد ساتھ نہ ہو یا جو کافر مرد ہیں، کچھ ایسی عورتیں بھی تھیں جو مسلمان ہو گئیں اور ان خاوند کافر تھے گھر والے کافر تھے اب انہوں نے بھی ہجرت کرنی ہے تو وہ کیسے ہجرت کرتیں، مشکل ہے ان کے لیے۔ کچھ ایسے بچے جو اپنی ماں کے ساتھ تھے اب ان کو بھی راستے کا پتہ نہیں نابالغ بچے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کہ ان کا یہ عذر ہے یہ عذر شرعی ہے، ان کی معافی ہے۔ کیا یہ ویسے ہیں جیسا پہلا گروہ تھا؟ نہیں ویسے نہیں ہیں تو ان کا حکم تھا گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں اور ان کا حکم ہے کہ ان کا کوئی حرج نہیں ہے۔ ﴿ فَاُولٰۗىِٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ﴾ (ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا)۔ اور ﴿ عَسَى﴾ جب قرآن مجید میں آئے تو اور اس کے بعد فعل مضارع آ جائے تو اس کا مطلب ہے کہ تحقیقاً یہ ہو گا کیوں کہ اصل میں تحقیق نہیں ہے ضروری نہیں ہے کہ یہ ہو یا نہ ہو لیکن جب فعل مضارع بعد میں آ جائے ﴿ يَّعْفُوَ﴾ تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہو گیا یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر ہی دیا۔ ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾ (بے شک اللہ تعالیٰ درگزر معاف کرنے والا ہے، مغفرت کرنے والا ہے)۔

"وقولہ تعالی" اور دوسری آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ 56؀ كُلُّ نَفْسٍ ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۣ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴾

(العنکبوت/56-57)

یہاں پر ایک آیت شیخ صاحب نے quote کی ہے اس کی اگلی آیت بھی میں نے بیان کر دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، ﴿ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا ﴾ (اے میرے بندے) کون سے بندے؟ جو ایمان لے کر آئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں کافر بھی شامل ہیں، کافر بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، یہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتی ہے لیکن یہاں پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خاص ایمان کے نام سے پکارا ہے۔ ﴿ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا ﴾ (اے میرے بندے جو ایمان لائے) ﴿ اِنَّ اَرۡضِیۡ وَاسِعَۃٌ ﴾ (میری زمین بہت کشادہ ہے، وسیع ہے) ﴿ فَاِیَّایَ فَاعۡبُدُوۡنِ ﴾ (پس میری عبادت کرو میری ہی بندگی کرو)۔ زمین کی کشادگی اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی آسانی سے کر سکو۔ آپ اس میں عمارتیں بنانا چاہتے ہیں بنائیں آپ اس میں جتنی لمبی عمارتیں بنائیں، سڑکیں بنائیں Subways بنائیں، bridges بنائیں، جو بنانا چاہتے ہیں بنائیں یہ آپ کے لیے دنیا کے لیے ہے لیکن یہ کبھی نہ بھولنا کہ اصل حقیقت اس زمین کی کشادگی کی وجہ کیا ہے۔ ﴿ فَاِیَّایَ فَاعۡبُدُوۡنِ ﴾ (صرف میری ہی عبادت کرو میری ہی بندگی کرو)۔ اگر ایسا نہیں کرو گے اور بہت سارے ایسے لوگ دنیا میں موجود ہیں جو ایسا نہیں کرتے دنیا میں مگن ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کے قریب بھی نہیں آتے، اس لیے اللہ تعالیٰ آگے فرماتا ہے ﴿ کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡتِ ﴾ (سب مر جاؤ گے، کوئی بھی ایسا نفس نہیں کوئی بھی ایسی زندہ چیز نہیں جو ہمیشہ رہے) جو زندہ ہے آج وہ کل مر جائے گا۔ پھر کہاں جائے گا؟ ﴿ ثُمَّ اِلَیۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ ﴾ کہاں جاؤ گے؟ (اللہ تعالیٰ کی طرف)۔ اگرچہ آج تم لوگ میرے اس پیغام پر عمل نہیں کرتے، میرے اس حکم پر عمل نہیں کر رہے ہو لیکن یہ یاد رکھو کہ ایک وقت آنے والا ہے جب موت آئے گی اور اس سے تم جان نہیں چھڑا سکتے موت آکر ہی رہے گی اور واپسی بھی میری طرف ہی ہے جو کچھ کما کر آؤ گے اسی کا جواب دینا پڑے گا۔ تو:

1۔ جس نے ہجرت کی تھی اور اپنا سب کچھ قربان کر دیا اللہ تعالیٰ کے لیے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں، اللہ تعالیٰ کے وہ بندے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔

2۔ دوسرا گروہ وہ تھا جن لوگوں نے ہجرت نہیں کی جان بوجھ کر بغیر عذر شرعی کے تو ان لوگوں نے اپنے ربّ کو ناراض کیا، اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اور گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے اور اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے۔

3۔ تیسرا وہ گروہ جنھوں نے ہجرت نہیں کی لیکن وہ ہجرت کے قابل بھی نہیں تھے مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ تھے تو ان پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم و کرم سے، فضل و کرم سے ان کو معاف کر دیا کیوں کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں ﴿ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا ﴾ (البقرۃ/286) (اللہ تعالیٰ کسی نفس پر بھی بوجھ نہیں ڈالتا اور اللہ تعالیٰ ہر نفس پر اتنا ہی بوجھ ڈالتا ہے جتنا وہ نفس اٹھا سکتا ہے)۔

دیکھیں یاد رکھیں یہاں پر نفس کا لفظ ہے مکلف، غیر مکلف کی بات نہیں ہے نفس کی بات ہے۔ ہر زندہ چیز پر اللہ تعالیٰ نے جو تکلیف اور بوجھ ڈالا ہے وہ اسے اٹھا سکتا ہے۔ کسی مخلوق پر اللہ تعالیٰ نے اس کی حد سے زیادہ اور اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا۔

"قال البغوي: "امام بغوی: کا نام ہے ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد الفراء اور ان کی تفسیر البغوی اور شرح السنۃ البغوی کی یہ دو کتابیں مشہور ہیں۔ ان کی وفات سن 516 ہجری میں ہوئی۔ "قال البغوي: ، سبب نزول هذه الآية "ان آیات کی وجہ نزول، یہ سورۃ العنکبوت کی آیات 56 اور 57 جو ابھی میں نے تلاوت کی ہیں امام بغوی: ان آیات کے بارے میں فرماتے ہیں "سبب نزول هذه الآية في المسلمين" ان آیات کا سبب نزول وہ مسلمان ہیں، یہ ان مسلمانوں کے لیے اتری ہیں یہ آیات۔ "الذين بمكة لم يهاجروا" جو مکہ میں تھے اور ان لوگوں نے ہجرت نہیں کی۔ "ناداهم الله باسم الإيمان" اللہ تعالیٰ نے جب ان کا ذکر کیا تو کس نام سے کیا؟ جب پکارا تو کس نام سے پکارا؟ الایمان۔ ﴿ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا ﴾ اس سے کیا فائدہ ہوا؟ کفر نہیں کیوں کہ اس سے پہلے والی آیت میں ﴿ فَاُولٰٓئِکَ مَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا ﴾ (ان کے

لیے جہنم ہے اور جہنم بدترین ٹھکانہ ہے)۔ جن لوگوں نے صرف اس آیت کو لیا اور وعید کی آیات کو لیا اور وعد کی آیات کو بھول گئے، علماء کی تفسیر اور علماء کے اقوال کو نہیں لیا، سلف الصالحین کے اقوال کو نہیں لیا، صرف اپنی من مانی کرنے کے لیے اپنی عقل کے بل بوتے پر ظاہراً آیات کو لیا اور آیات کو جمع بھی نہیں کیا نصوص کو جمع نہیں کیا، آیات اور احادیث کو ایک ہی موضوع پر جمع نہیں کیا تو ان لوگوں نے یہ غلطی کی۔ کیا غلطی ہوئی؟ گناہ کبیرہ کرنے والا کافر ہے اور یہ گروہ خوارج کا گروہ ہے اور آج بھی موجود ہے یہ گروہ جو نصوص شریعت کے صرف ظاہر کو لیتے ہیں، ان کو جمع نہیں کرتے اور سلف الصالحین کے اقوال کو نہیں لیتے، آپ دیکھیں گے۔ ان کی پہچان کے لیے، قرآن مجید کی آیت اور ان کا فتویٰ ہے، قرآن مجید کی آیت ہے اور ان کا فتویٰ ہے یا حدیث ہے اور ان کا فتویٰ ہے، یہ نہیں ہوتا کہ قرآن مجید کی آیت ہے پھر کس مفسر کا قول ہے، یہاں پر شیخ صاحب نے ایک راستہ دکھایا ہے ہمیں کہ اگر آپ قرآن مجید کی تفسیر بیان کرنا چاہیں تو اپنی عقل سے بیان نہ کرنا۔ "قال البغوي α" بغوی کی تفسیر مشہور ہے یہاں پر وہ کوئی اور بھی کتاب بیان کر سکتے تھے، کسی اور مفسر کا قول بھی بیان کر سکتے تھے لیکن انہوں نے ایک مثال بیان کی ہے کیوں کہ یہ دروس عوام کے لیے ہیں عوام الناس کے لیے، اور اس زمانے میں یہ تفسیر پھیلی ہوئی تھی اس کی تتبع آسان تھی اور یہ چھوٹی ہے اتنی بڑی تفسیر نہیں ہے تو اس لیے اس تفسیر کا ذکر کیا کیوں کہ بعض ساتھی پوچھتے ہیں کہ یہاں پر ابن جریر طبری کی تفسیر کی بات کیوں نہیں کی یا ابن کثیر کی بات کیوں نہیں کی تو عالم کے ضروری نہیں ہے کہ وہ ایک وقت میں سب تفاسیر کا نام لے لے جب جس وقت ان کے ذہن میں جو بات مناسب لگتی ہے سامنے والے کے لحاظ سے کہ ان کو میں کون سی تفسیر کے بارے میں بیان کروں تو اس آسانی کے مطابق وہ بات بیان کرتا ہے تو یہاں پر شیخ صاحب نے ہمیں جو ایک راستہ دکھایا ہے وہ یہ ہے کہ سلفیت کا راستہ یہ ہے، جب بھی قرآن مجید کی تلاوت کریں آپ یا کوئی آیت بیان کریں اور اس میں سے اس کے فوائد نکالنا چاہیں یا تفسیر بیان کرنا چاہیں یا کوئی حکم بیان کرنا چاہیں، کوئی فتویٰ دینا چاہیں تو آپ کے لیے ضروری ہے کہ کسی عالم کی طرف رجوع کریں اگرچہ شیخ صاحب خود عالم ہیں، شیخ الاسلام کا لقب دیا گیا ہے لیکن ایک راستہ ان کا ہے اور وہ ہمیشہ اس پر چلتے ہیں۔ آپ شیخ صاحب کی کتابیں دیکھیں کہیں پر بھی اپنی طرف سے بات نہیں کرتے شیخ صاحب۔ سلف الصالحین کے اقوال کی کتابیں بھری ہوئی ہیں کہ فلاں ابن تیمیہ : نے، ابن القیم : نے، ان سے پہلے امام احمد بن حنبل : نے، امام شافعی : نے، ان کی پوری جتنی بھی تصانیف موجود ہیں آپ کو سلفیت کی خوشبو ان میں ضرور ملے گی۔ یہاں پر بھی شیخ صاحب نے چھوٹا سا اشارہ دیا ہے کہ تفسیر میں یہ ہے کہ اس آیت کی وجہ نزول یہ ہے کہ جو مسلمان مکہ میں تھے اور ہجرت نہیں کی اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کے نام سے پکارا ہے یعنی وہ کافر نہیں ہیں، یہاں پر دونوں گروہوں کو differentiate نہیں کیا، ایک گروہ کی تو معافی ہو چکی ہے جو دوسرا گروہ ہے اور خطرے میں ہے یہ اس کے بارے میں ہے کہ وہ کافر نہیں ہے۔

ہجرت کے موضوع پر صحیح بخاری میں ایک بڑا پیارا قصہ ہے میں اسے بیان کر ہی دوں۔ مشہور قصہ ہے اس مین بہت اچھے فوائد ہیں اور پچھلے دروس میں بھی شاید میں نے بیان کیا ہو گا اس درس کے علاوہ۔ صحیح بخاری میں آیا ہے کہ ایک شخص تھا جس نے 99 قتل کیے۔ کچھ عرصے کے بعد اس شخص نے توبہ کرنی چاہی اس کا دل تنگ ہو گیا اور اس نے لوگوں سے پوچھا کہ میں توبہ کرنا چاہتا ہوں تو میں کس کی طرف جاؤں۔ عوام الناس کس کو جانتے ہیں؟ رہبان کی طرف جاتے ہیں۔ علماء کی طرف کم جاتے ہیں لوگ اور یہ ہر زمانے میں ہوا ہے یہ صرف آج کے زمانے میں نہیں ہے۔ جیسے آج صوفی پھیلے ہوئے ہیں ناں اس زمانے میں بھی صوفی ہوتے تھے یہ سمجھ لیں آپ یعنی جو راہب ہیں، علم نہیں ہے عبادت ہے عباد جو ہوتے ہیں صرف ریاضت کرنی ہے عبادت کرنی ہے بس۔ تو کسی نے کہا کہ فلان عابد ہے فلان زاہد ہے اس کی طرف جاؤ وہ آپ کی رہنمائی کرے گا۔ کیوں کہ لوگ ظاہر دیکھتے ہیں باطن نہیں دیکھتے، ظاہراً جو شخص سارا دن عبادت میں لگا رہے لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ہی حق پر ہے اور دوسرا شخص جو علم والا ہے اگرچہ وہ بھی عبادت کرتا

ہے لیکن اس کی عبادت نظر نہیں آتی لوگوں کو اور لوگوں کا ڈھیر اور ہجوم ایسے لوگوں کی طرف زیادہ ہوتا ہے اور ان کی دعوت کی تاثیر اس لیے زیادہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں میں زیادہ ملتے جلتے ہیں۔ یعنی آنا جانا لوگوں کا، کبھی کسی پر دَم کر رہے ہیں کبھی کیا کر رہے ہیں اس طریقے سے۔ اب عالم ایسا کام نہیں کرتے وہ لوگوں کو اپنی طرف نہیں بلاتے کیوں کہ ان کو علم ہے کہ لوگوں کا دل جوڑنا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف۔ آپ بچے کو لے کو جائیں گے کہ اس پر پھونک دیں وہ کہے گا کہ جاؤ بھئی خود پھونکو اس پر میرے پاس کیوں ہو۔ کیا کہتے ہیں؟ کہتے ہیں کہ یار یہ بڑے سخت لوگ ہیں یہ وہابی جو ہیں۔ ایک آپ کو راستہ بیان کر رہے ہیں اگر چہ ان کے لہجے میں کبھی کبھی سختی ہوتی ہے لیکن وہ آپ کو ایک راستہ دکھا رہا ہے اگر آپ نے بچے پر دم بھی کروانا ہے ۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ سے دور ہو یا اللہ تعالیٰ آپ کی نہیں سنتا؟ ﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ﴾(البقرة/186)لیکن آپ کسی بھی پیر کی طرف چلے جائیں کہ بچے پر دم کرنا ہے تو وہ کبھی آپ کو واپس نہیں کرے گا دم اس نے کرنا ہے۔ دوسری مرتبہ آپ کو تکلیف ہو گی آپ پھر جائیں گے پھر دوسرا بچہ ہے۔ ایسے لوگوں کو آپ مغرب کی نماز کے بعد دیکھیں اکثر شہروں میں اور گاؤں میں جہاں پر دیوبندی اور بریلوی مدارس ہیں ہمارے ملکوں میں مغرب کے بعد خاص طور پر کافی لائن لگی ہوتی ہے۔ ارے یہ یہاں پر کس لیے کھڑے ہیں، یہاں پر تو دکان بھی نہیں ہے کچھ بھی نہیں ہے مسجد کے قریب حجرے کے قریب؟ یہاں پر شیخ صاحب دم کرتے ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ تو یہ جو دم کیا جا رہا ہے آپ اس کو کہہ دیں کہ بھئی آپ یہ یہ قرآن مجید کی آیت ہے آپ اس پر دم کریں۔ ایک تو لوگ خود اللہ تعالیٰ سے رجوع بھی کریں گے اور قرآن پڑھیں گے بھی ۔ قرآن رکھا ہے اوپر اور اس کو ہاتھ نہیں لگاتے اور یہ دعویٰ ہے کہ لوگ جاہل ہیں۔ جس کو قل ھو اللہ پڑھنا نہیں آتا یعنی شرمندگی کی بات ہے کہ کیسے اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے یعنی یہ تو سیکھ لو۔ سورۃ الفاتحہ آتی ہے سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کرو۔ امام ابن القیم: فرماتے ہیں کہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھتا تھا اور مکہ میں، میں کچھ عرصہ رہا ہوں۔ کئی سال مجھے جتنی بیماریاں ہوئیں کبھی طبیب کے پاس نہیں گیا سورۃ الفاتحہ اپنے اوپر دم کر کے میں ٹھیک ہو جاتا تھا، صرف سورۃ الفاتحہ، سورۃ الفاتحہ بس۔ ایمان تھا، یقین تھا کہ شفاء اللہ تعالیٰ نے دینی ہے تو سبب بنائیں گے اللہ تعالیٰ اور سورۃ الفاتحہ میں شفاء ہے شفاء ہو گی۔ سورۃ الفاتحہ کس مسلمان کو نہیں آتی؟ جو نماز پڑھتا ہے اسے سورۃ الفاتحہ آنی چاہیے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ قرآن مجید کی کی پوری جو مختلف آیات ہیں آپ وہ پڑھیں، آپ سورۃ الفاتحہ پڑھ سکتے ہیں اور جو قُل ہیں وہ پڑھ سکتے ہیں، اس کا دم کر دیں بچے پر۔

بہر حال، تو گئے اس عابد کی طرف اور عابد سے عرض کی کہ میں نے 99 قتل کیے ہیں میری کوئی نجات کا راستہ ہے؟ اس عابد نے کہا کہ 99 قتل اور توبہ کرنے کے لیے آئے ہو، جاؤ تمہاری کوئی توبہ نہیں ہے، یہ توبہ کا وقت ہے۔ تو اس نے اپنا خنجر نکالا اور سو پورا کر لیا۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس عابد کو قتل اس

نے نہیں کیا بلکہ اس کی جہالت نے کیا، سبحان اللہ۔ ارے وہ تو قتل سے توبہ کر کے آیا تھا اسے رہنمائی چاہیے تھی وہ قتل نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن آگے سے جب جواب ایسا ملا جب راستہ سب بند کر دیا اس کا پھر تم کیوں بیٹھے ہو یہاں پر آؤ سو پورا کر دیتے ہیں۔ بہر حال، جب سو پورا ہو گیا پھر کچھ دنوں کے بعد اس کا دل پھر تنگ ہوا پھر لوگوں سے پوچھا۔ لوگوں کو پتہ تھا کہ جو بے چارا زاہد تھا اور عابد تھا اس کو بھی اس نے نہیں چھوڑا ایک دوسرا شخص ہے ہو سکتا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی رہنمائی کر دے اور لوگ اس سے ڈرتے بھی تھے کہ اگر ہم رہنمائی نہ کریں تو ہو سکتا ہے کہ یہ ہمیں بھی مار دے، قاتل ہے سو قتل کیے ہوئے ہیں اس نے۔ فلاں شخص کی طرف جاؤ۔ بس اللہ تعالیٰ راستہ اس شخص کو دکھا رہا ہے اس کی ہدایت کرنی ہے اللہ تعالیٰ نے۔ الخ بالا سباب بہت ضروری ہے میرے بھائیو۔ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہدایت تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے بس گھر میں بیٹھے ہیں کیا ضرورت ہے کہیں جانے کی۔ آپ گھر سے نکلیں گے ہدایت تب ملے گی۔ اچھا، فلاں عالم ہے اس کی طرف جائیں۔ اب گیا عالم کی طرف، میں نے سو قتل کیے ہیں میری توبہ کا کوئی ذریعہ

ہے ؟ اب علم کا نور دیکھیں آپ، اس شخص نے کہا کہ تیرے اور تیرے ربّ کے درمیان میں کوئی چیز بھی نہیں آسکتی اپنے ربّ سے توبہ کرلو ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ آپ کی توبہ قبول کرے گا لیکن ایک شرط ہے کہ جس ماحول میں رہتے ہو اس ماحول کو چھوڑ کر فلاں جگہ پر جانا پڑے گا (اور یہ ہجرت ہے جو ہمارا موضوع ہے) جس شہر میں رہتے ہو جس جگہ پر رہتے ہو اس ماحول نے تمہیں قاتل بنا دیا توبہ کے بعد بھی وہی ماحول ہے اور وہی قتل ہے۔ جانتے ہیں کیوں ؟ جس کو اس نے قتل کیا اس کے رشتے دار تو موجود ہیں اب سو بندوں کا قاتل اسی شہر میں اور اسی محلے میں رہے اور اس نے توبہ بھی کر لی ہے اور داڑھی بھی اس کی آگئی ہے اس بے چارے نے نمازیں بھی شروع کر دی ہیں تو بدلہ لینے والے چھوڑیں گے اسے ؟ اسے مجبور کر دیں گے کہ وہ اور بھی قتل کرے اور بھی قتل کرے اور بھی قتل کرے۔ تو حکمت کیا تھی ؟ تا کہ وہ شخص واقعی صحیح طریقے سے توبہ کر لے۔ تو ایک امتحان ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور ایک حقیقتاً اس کے لیے حل ہے کہ وہ مکمل توبہ کر کے اس جگہ سے چلا جائے۔ امتحان کیا تھا ؟ کہ ہجرت کرو اور اپنی اس جگہ کو چھوڑو۔ بھئی گھر ہے بچے ہیں، نام ہے مشکل سے انسان گھر بناتا ہے پھر ایک ماحول ہے پھر میرا نام ہے یہاں پر، لوگ میرے نام سے ڈرتے ہیں ان سب کو چھوڑنا پڑے گا، توبہ کرنی ہے تو یہ ہی راستہ ہے۔ اب دیکھیں توبہ کی قبولیت، جب اللہ تعالیٰ تو دل کو پھیرتا ہے ناں تو اس طریقے سے پھیرتا ہے۔ وہاں سے نکلا تو گھر کی طرف نہیں گیا کہ بیوی ہے بچے ہیں، خدا حافظ کہوں، کچھ پیسہ اٹھانا ہے کچھ مال اٹھانا ہے، ارے گھر ہے بیچنا ہے کچھ کرنا ہے، سیدھا اسی زمین کی طرف چل دیا جس کی طرف اس عالم نے کہا تھا کہ وہاں پر جاؤ۔ امتحان میں کامیاب ہوا کہ نہیں ؟ شیطان نے کتنا کھینچا گھر کی طرف، نہیں گیا۔ اسی طرف چلا گیا یہ ہوتی ہے قربانی۔ راستے میں جاتے جاتے اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے موت طاری ہو گئی، جب موت آئی تو اس شخص نے زمین پر گھسیٹتے ہوئے اپنے سینے کو آگے کیا ایک دو مرتبہ پھر مر گیا۔ اب فرشتے آئے روح قبض کرنے کے لیے روح لینے کے لیے رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے۔ رحمت کے فرشتے نے کہا کہ ہم لوگ اس کی روح لے کر جاتے ہیں اس نے توبہ کی ہے، عذاب کے فرشتے نے کہا کہ نہیں یہ سو بندوں کا قاتل ہے اس کی روح تم لوگ کیسے لے کر جا سکتے ہو، جھگڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے فیصلے کے لیے ایک فرشتہ آسمان سے نازل کیا اور اس فرشتے کو حکم دیا (فیصلے کا حل کیا ہے ؟) کہ زمین کو ماپا جائے اگر اچھے لوگوں کی زمین قریب ہے تو اسے رحمت کے فرشتے لے کر جائیں اگر ابھی فاصلہ زیادہ طے نہیں کیا اور بُرے لوگوں کی زمین قریب ہے تو اسے عذاب کے فرشتے لے جائیں۔ ابھی فرشتہ زمین پر نہیں پہنچا اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا اے اچھے لوگوں کی زمین تو قریب ہو جا، اے بُرے لوگوں کی زمین تو دور ہو جا۔ فرشتہ آیا اور اسے ماپنا شروع کیا تو ایک بالشت وہ زمین قریب تھی۔ کون سی ؟ اچھے لوگوں کی زمین اور یہ وہی بالشت تھی جو اس نے آخری وقت میں آخری سانس تھی جو اس نے سینہ اپنا آگے کیا تھا ایک بالشت کے برابر تقریباً وہ آگے ہوا تھا بس۔ اللہ تعالیٰ کو یہ جو آخری حرکت تھی ناں آخری لمحہ تھا ناں یہ بہت پسند آیا کہ مرتے وقت بھی میرے بندے نے آخری کوشش بھی کر لی۔ ایک توبہ ہوتی ہے ایک آخری وقت میں کہ ابھی روح پاؤں سے نکل گئی اب روح یہاں پر آ رہی ہے سینے کی طرف۔ کیا کر سکتا تھا وہ ؟ یہ ہی حرکت کر سکتا تھا۔ سینے کو آگے کر سکتا تھا کہ نہیں ؟ تو سینے کو جتنا کر سکتا تھا اس نے آگے کیا۔ تو اللہ تعالیٰ کا انصاف ہے اور فضل و کرم ہے اللہ تعالیٰ کا کہ سو انسانوں کے قاتل کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی توبہ سے ایک ہی وقت میں کہ کبھی سجدہ نہیں کیا اس شخص نے، ابھی توبہ کی اس نے اور ابھی اسے معاف کر دیا اللہ تعالیٰ نے اور اس کی روح کو رحمت کے فرشتے لے کر گئے۔

تو اس قصے میں جو ہمارے موضوع سے تعلق ہے ﴿ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴾ اس آیت پر اس شخص نے بہترین طریقے سے عمل کیا ۔ اس میں بہت سارے فوائد ہیں لیکن ابھی یہ موضوع نہیں ہے۔ تو ہجرت کے موضوع کے تعلق سے کہ ایک بڑا امتحان ہے ہجرت میں کہ کتنا ایمان ہے آپ کے اندر، اور کتنی قربانی آپ دے سکتے ہیں وہ نمایاں ہوتی ہے اور بہت سارے لوگ اس ہجرت کے موضوع سے غافل ہیں ﴿ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ﴾

اور ہجرت کا مطلب یہ نہیں ہے صرف کہ مال و متاع کمانے کے لیے، وہ بھی ہجرت ہے لیکن وہ دنیاوی ہجرت ہے۔ کچھ لوگ اپنی آخرت کو بہتر کرنے کے لیے ہجرت کرتے ہیں اور اس کی بہت مثالیں ہیں۔ کچھ لوگ دنیا کو بچانے کے لیے ہجرت کرتے ہیں اور کچھ لوگ دین کو بچانے کے لیے ہجرت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ دنیا والوں کو دنیا دیتا ہے اور آخرت والوں کو دونوں چیزیں دیتا ہے دنیا بھی دیتا ہے اور آخرت بھی اگرچہ دنیا ہمیں نظر نہ آئے لیکن اس شخص نے اندر قناعت ہوتی ہے اور قناعت اتنا عظیم انعام ہے اس بندے پر واللہ وہ لوگ جانتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے یہ انعام دیا ہے اور یہ نعمت دی ہے اللہ تعالیٰ نے۔

میں ایک مثال دیتا ہوں، علامہ البانی: آج کے دور کے جو محدث ہیں۔ البانی، البانیہ سے ہیں عربی نہیں ہیں عجمی ہیں۔ جب کافروں کا غلبہ ہوا اور کافی تکلیفیں ہوئیں تو ہجرت کی اپنے دین کو بچانے کے لیے، شام کی طرف آئے۔ ہجرت کر کے کچھ بھی نہیں تھا جو کچھ تھا سب چھوڑ کر آئے ناں تو کچھ بھی نہیں تھا۔ اب گھر بھی کرائے پر لینا ہے، والدین بھی ہیں سب۔ چھوٹے تھے تو آہستہ آہستہ وہیں پر عمر گزری ان کی۔ تو وہ گھڑی ساز تھے گھڑی کا کام کرتے تھے تو ان کے کسی شاگرد نے پوچھا کہ شیخ صاحب نے یہ علم کیسے حاصل کیا، یعنی ایک نوکری ہے اور علم دونوں۔ ہمارے ذہن میں تو یہ ہوتا ہے کہ جو علماء ہوتے ہیں وہ صرف علم ہی حاصل کرتے رہتے ہیں وہ بے چارے کام کاج کے نہیں رہتے۔ تو آپ نے علم کیسے حاصل کیا؟ بڑی پیاری بات انہوں نے کی، وہ کہتے ہیں کہ میں فجر کی نماز میں اٹھتا تھا فجر سے لے کر آٹھ بجے تک میں دکان پر بیٹھتا تھا، گھڑی ساز تھے۔ آٹھ بجے جوں ہی شام میں مکتبہ ظاہر یہ کے دروازے کھلتے میں دکان بند کر دیتا اور اس مکتبے کے اندر بیٹھتا ظہر کی آذان تک، ظہر کی نماز پڑھتا اس کے بعد پھر دکان میں آدھا گھنٹہ یا ایک گھنٹہ بیٹھتا کھانے کا ٹائم ہو جاتا تو پھر کھانا کھاتا پھر شام کو دو گھنٹے جو rest کے ہوتے تو میں rest کر تا یعنی کتابیں میں پڑھ لیتا جو وہاں سے لے کر آتا ایک یا دو پھر جب مکتبہ کھلتا پھر مکتبہ کی طرف چلا جاتا۔ پھر کھانے کے بعد دو گھنٹے دکان پر آتا، شام کو مکتبہ کھلتا چار پانچ گھنٹے کے لیے پھر مکتبہ چلا جاتا۔ اور آتا جاتا کیسے؟ سائیکل پر۔ اس زمانے میں کہتے ہیں کہ یہ واحد شخص تھے، سفید داڑھی، سر پر سفید پگڑی اور سائیکل چلاتے تھے اس پورے علاقے میں۔ تو شاگرد نے کہا کہ پھر آپ گزارا کیسے کرتے تھے، دکان میں تو دو چار گھنٹے بیٹھتے بس۔ انہوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے گھر بھی اپنا دے دیا اور دکان بھی اپنی تھی میری والد صاحب نے مجھے دی تھی اب مجھے فکر کس چیز کی، روزی کا سلسلہ جاری ہو گیا اتنا کماتا تھا جتنی مجھے آج کی ضرورت ہے اور اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ مجھے دیتا تھا باقی وقت علم میں گزارتا تھا اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے میں نہیں جانتا کہ یہ سارا علم کہاں سے آیا۔ بارہ بارہ گھنٹے، تیرہ تیرہ گھنٹے daily مکتبے میں گزارتا تھا وہ شخص، یہ ہے قناعت اور یہ صرف ایک مثال ہے۔

امام احمد بن حنبل: اپنے زمانے میں معرف امام ہیں۔ وہ کیا کرتے؟ انہوں نے زندگی کیسے گزاری؟ جانتے ہیں آپ؟ کوئی landlord تھے؟ تاجر تھے بڑے؟ کیا کام کرتے تھے جانتے ہیں؟ قلی تھے سامان اٹھانے والے۔ کتنا کام کرتے؟ صبح سے لے کر دو یا تین گھنٹے جتنا کما سکتے تھے کما لیا دوپہر کا کھانا لے لیا پھر طلب علم کے لیے بیٹھ گئے اور جب عالم بن گئے تو حدیث کے لیے بیٹھ گئے، شام کو پھر دو یا چار گھنٹے، شام کے کھانے کے لیے گئے بازار میں، سامان اٹھایا پیسے لے کر آئے اور اس سے کھانا کھایا، ایسی زندگی گزری ہے۔

یہ قناعت کی نعمت ہر انسان کے پاس نہیں ہے۔ ہم سوچتے ہیں اس کل کا جو ہم نے دیکھا نہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی انسان دنیا کمانا چاہتا ہے خیر سے کوئی حرج نہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم کچھ نہ کماؤ اپنی اولاد کے لیے کچھ نہ چھوڑو لیکن دنیا کو مقصد نہ بناؤ بات یہ ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو یتیم تھے ان کا کوئی بھی نہیں تھا دنیا میں مثال قائم کر کے گئے ہیں۔ آج جتنے بھی یہ بڑے brands دیکھتے ہیں آج کے دور کی بات میں کر رہا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ بڑے brands کہاں سے آئے ہیں؟ جتنے بھی ہیں یہ Tyre لے لیں آپ یہ گاڑیاں لے لیں Toyota ہے یہ کون ہیں؟

landlord تھے یہ لوگ؟ کون تھے یہ؟ عام لوگ تھے تجربہ کرتے گئے محنت کرتے کرتے کرتے، لیکن انہوں نے اپنی زندگی صرف ایک رُخ پر گزاری ہے ساری اللہ تعالیٰ نے دیا ان کو۔ محنت کر کے دیکھیں اللہ تعالیٰ دیتا ہے کہ چاہتے کیا ہو۔ جو دنیا چاہتا ہے اللہ دنیا عطا کرتا ہے اور جو آخرت چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں قناعت دیتا ہے اور جس کے پاس قناعت ہے اس کے پاس ساری دنیا ہے یاد رکھیں۔ قناعت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ اتنا مجھے دینا جتنی میری ضرورت پوری ہو جائے۔ ضرورت کیا ہے انسان کی؟ ایک چھت ہو جس میں عزت سے رہ سکے، بیوی اور بچے ہوں اور ایک کام ہو جس سے وہ حلال کما سکے اور سواری ہو تو الحمد للہ۔ اور سائیکل مل گئی بیوی بچے بھی تھے علامہ البانی: کے اور مکتبہ میں کہتے ہیں کہ میرے پاس نہیں تھے کہ میں کتاب خریدوں پیسہ نہیں تھا تو میں مکتبہ میں جا کر بیٹھتا تھا اور وہاں پر پڑھتا تھا تو آہستہ آہستہ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ شخص بارہ بارہ گھنٹے daily پڑھتا ہے تو انہیں ایک خاص جگہ دے دی بیٹھنے کے لیے اور کتابیں میرے سامنے لا کر رکھتے تھے۔ آہستہ آہستہ جب وقت گزرتا گیا تو مجھے ایک خاص کمرہ دے دیا اور آج تک پورے ملک میں کسی کے لیے پورے مکتبے میں پورا کمرہ کسی کو نہیں ملا آج تک، صرف ان کے لیے تھا بس۔ تو قناعت بہت بڑی نعمت ہے جو بہت سارے لوگ اس قناعت سے آج غافل ہیں۔

آگے شیخ صاحب فرماتے ہیں "والدليل على الهجرة من السنة" (اور ہجرت کی دلیل سنت سے حدیث سے) "قوله صلى الله عليه وسلم" (نبی رحمت ﷺ نے فرمایا) "لا تنقطع الهجرة حتى تنقطع التوبة" (ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک توبہ کے دروازے بند نہ ہوں) "ولا تنقطع التوبة" (اور اس وقت تک توبہ کے دروازے بند نہیں ہوتے) "حتى تطلع الشمس من مغربها" (جب تک کہ سورج مغرب سے نکلے)۔

اور اسے احمد اور ابو داود نے کتاب الجہاد میں روایت کیا اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ: کا ایک بڑا پیارا قول ہے، وہ فرماتے ہیں: شرک سے کوئی شخص اس وقت تک نہیں بچ سکتا جب تک کہ وہ مشرکوں سے بیزار نہ ہو جائے اور ان سے بری نہ ہو جائے اور ان سے دور نہ ہو جائے۔

یاد رکھیں، کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم موحدین ہیں الحمد للہ، شرک سے ہم دور ہیں بس یہ کافی ہے۔ اگر آپ اپنی توحید کو ظاہر کر سکتے ہیں آسانی سے تو الحمد للہ اچھی بات ہے اور اگر توحید کو آپ ظاہر نہیں کر سکتے، اپنی توحید کی دعوت کو ظاہر نہیں کر سکتے تو آپ وہاں سے چلے جائیں آپ کے لیے وہاں پر توحید کی دعوت درست نہیں ہے اور شرک کا ماحول جو آپ کے ارد گرد ہے وہ کسی نہ کسی وقت میں اگر آپ پر اثر نہیں کرے گا تو آپ کی اولاد پر اثر کر سکتا ہے۔ اور یہ ہم دیکھتے ہیں اپنے معاشرے میں اہل حدیثوں کے بچے ہیں اسکولز میں جاتے ہیں گورنمنٹ اسکولز میں جاتے ہیں، جو گورنمنٹ کے اسکولز ہیں وہاں پر سب کے بچے پڑھتے ہیں، دیوبندی ہیں، بریلوی ہیں، شیعہ ہیں، سنی ہیں سب، مزار بھی بہت ہیں ہمارے ملکوں میں کتنے مزار ہیں۔ اب بریلوی جانا چاہتا ہے مزار کی طرف ہمارا بچہ ان کے ساتھ نہیں ہے لیکن بچہ بھی چلا گیا ان کے ساتھ اب بچے کو کیا پتہ کہ کیا ہے۔ آپ دس دفعہ منع کریں گے اسے مٹھائی کھانی ہے مٹھائی کھا کر آ جاتا ہے آہستہ آہستہ اس کے دل میں یہ بات ہے کہ یہاں پر مٹھائی ملتی ہے اور ہمارے پاس وقت کتنا ہے کہ ہم اپنے بچوں کو دیں، حق بات ہے۔ اور میں نے یہ چیز دیکھی ہے کہ واقعی جو ہم دعوت کا کام کرتے ہیں اہل حدیث ساتھی خاص طور پر بچوں کو صحیح وقت نہیں دیتے، مشکل سے کہیں وقت دیتے ہیں اور اس کے بعد پھر متابعہ نہیں ہے بچوں کے ساتھ revision نہیں ہے تو جس ماحول میں شرک ہو بہتر یہ ہے کہ اس ماحول کو چھوڑ دیا جائے۔ دعوت کی بات نہیں کر رہا میں دعوت کے وہ زیادہ مستحق ہیں۔ آپ وہاں پر دعوت کے لیے جائیں آپ دعوت وہاں پر کریں لیکن یہ بات ہو رہی ہے ہجرت کی اور بات ہو رہی ہے ان سے بیزاری کی۔

"فلما استقر بالمدينة"(تو بس جب نبی رحمت ﷺ مدینہ میں قرار پائے)"أمر ببقية شرائع الإسلام"(تو جو باقی اسلام کی شرائع ہیں ان کا حکم دیا گیا)"مثل ، الزكاة، والصوم، والحج"(جیسا کہ زکوۃ روزہ اور حج) "والآذان"(اور آذان)"والجهاد"(اور جہاد)"والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر"(اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر)"وغير ذلك من شرائع الإسلام "(اور اس کے علاوہ جو بھی اسلامی شریعت کیا اہم چیزیں ہیں)۔ مثال کے طور پر والدین کی فرماں برداری، پڑوسیوں کے حقوق، یہ بھی شریعت کی بنیادی چیزوں میں سے ہیں اور اسی طریقے سے مسلمانوں کے حقوق اور میاں بیوی کے حقوق، بچوں کے حقوق، یہ سارے کے سارے حق ہیں اور نبی کریم ﷺ کو یہ ساری کی ساری چیزیں جو ہیں یہ مدینہ میں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں۔ اور مکہ میں کیا تھا؟ ہجرت سے پہلے کیا تھا؟ دو چیزیں، صرف توحید تھی اور نماز بھی آخری وقتوں میں یعنی دس سال کے بعد مکہ میں۔ مکہ میں ٹوٹل تیرہ سال نبی رحمت ﷺ نے گزارے تو دس سال صرف توحید تھی۔ جو آخری تین سال ہیں دس سال کے بعد اس میں توحید بھی تھی اور نماز بھی تھی اس کے بعد جو باقی فرائض ہیں زکوۃ، روزہ اور جہاد وہ سن 2 ہجری سے شروع ہوا 2 ہجری سے فرض ہوا اور حج 9 ہجری سے فرض ہوا۔

"أخذ على هذا عشر سنين"(ان کی دعوت دیتے دیتے نبی رحمت ﷺ نے دس سال لگا دیئے)یعنی مدینہ میں دس سال۔ تو ٹوٹل کتنے سال ہوئے؟ 23 سال، 13 سال مکہ میں اور 10 سال مدینہ میں۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ توحید کی کیا اہمیت ہے۔ 13 سال توحید کی دعوت ہے اور 10 سال مدینہ میں باقی چیزیں بھی ہیں اور توحید بھی ہے، یاد رکھیں تو ٹوٹل جو 23 سال ہیں ان میں توحید شروع سے لے کر آخر تک تھی۔ ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾(العلق/1) سے لے کر ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾(المائدۃ/3) تک، وہاں پر بھی توحید ہے اور یہاں پر بھی توحید ہے اس لیے توحید کی اہمیت کو جاننا بہت ضروری ہے۔ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بس توحید کی بات کرتے ہیں یہ لوگ ان کو پتہ نہیں ہے کہ اُمت میں بہت ساری مسائل ہیں ان کا حل یہ لوگ کرتے نہیں ہیں، کافر دروازے پر آپہنچا ہے اور یہ لوگ کچھ کرتے نہیں ہیں یہ لوگ صرف درس دینا جانتے ہیں، لوگوں کو جمع کرنا جانتے ہیں، کوئی طہارت کے مسائل چھیڑ رہا ہے کوئی نماز کے مسائل چھیڑ رہا ہے کوئی توحید کی بات کر رہا ہے اور اُمت کٹ رہی ہے مر رہی ہے، دشمن گھر کے اندر گھس چکا ہے، کافر کیا کیا کر رہے ہیں ہمارے خلاف ان کے بارے میں ان کو پرواہ نہیں ہے کہ کس طریقے سے وہ ہم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں ان کا کیا ایجنڈا ہے ان کو کوئی پرواہ نہیں ہے اس کی بات یہ کرتے نہیں ہیں۔ اگر میں اس دنیا سے چلا جاتا ہوں اور مجھے کوئی علم نہیں کہ کافر ملک کا کیا ایجنڈا ہے ہمارے خلاف، اس نے کیا کیا تیاری کر رکھی ہے کہ ہم نے ان کو کیسے مارنا ہے اور کیسے ان کی زمین پر قبضہ کرنا ہے تو کوئی حرج ہے؟ اللہ تعالیٰ ناراض ہو گا مجھ سے ؟ لیکن اگر میں اس دنیا سے جاتا ہوں اور مجھے وضو کا طریقہ نہیں آتا پھر خرابی ہے کہ نہیں؟ توحید تو دور کی بات ہے۔ لوگ کہتے ہیں ناں کہ توحید کی بات کیوں کرتے ہو میں کہتا ہوں کہ وضو، طہارت کی بات میں کرتا ہوں۔ اس دنیا سے تم چلے گئے تمہیں پورا پتہ ہے کہ کافر نے کیا کرنا ہے کہاں کہاں اس نے حملہ کرنا ہے، کسی طریقے سے F16 آئیں گے، کس طریقے سے submarine آئیں گی سب کچھ آپ کو پتہ ہے لیکن آپ کو پتہ نہیں ہے کہ سر کا مسح کیسے کرنا ہے، آپ کو پتہ نہیں ہے کہ داڑھی کا خلال کیسے کرنا ہے، آپ کو پتہ نہیں ہے کہ استنجا کیسے کرنا ہے۔ واللہ، جامعہ میں ایسے لوگ پڑھتے ہیں ، شیخ صاحب سے سوال کیا جا رہا ہے ایک شخص نے سوال کیا کہ مجھے احتلام ہوتا ہے احتلام کے لیے ضروری ہے کہ میں غسل کروں؟ شیخ صاحب نے کہا کہ جی ہاں واجب ہے یہ احتلام کے لیے کہ منی خارج ہو گئی تو غسل کرنا ہے۔ اچھا، میں تو وضو کر لیتا تھا بس۔ کب سے؟ جب سے جوان ہوا۔ تیرہ چودہ سال کی عمر سے لے کر یونیورسٹی تک، یونیورسٹی کا اسٹوڈنٹ پوچھ رہا ہے شیخ سے کہ میں وضو کر لیتا تھا۔ اگر یہ شخص ایسے مر جاتا اللہ تعالیٰ کے سامنے اور اس شخص کو پورے کافروں کے ایجنڈے کا پتہ ہے کیا جواب دیتا اپنے ربّ کو؟ تو میرے بھائی یہ جو مجالس ہیں علم کی اللہ کی قسم یہ رائیگاں نہیں جائیں گی،

یاد رکھیں۔ کافر نے جو کرنا ہے وہ ہم جانتے ہیں اللہ تعالیٰ نے پہلے فرما دیا ہے ﴿ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ﴾ (البقرۃ/120) (اے میرے پیارے نبی ﷺ تجھ سے کبھی راضی نہیں ہوں گے نہ یہ یہودی اور نہ یہ عیسائی) نصاریٰ اور یہودی کبھی راضی نہیں ہوں گے کب تک؟ ﴿ حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ﴾ (جب تک تو بھی یہودی یا عیسائی نہ ہو جائے)۔ اگر یہ نبی رحمت ﷺ کے لیے تھا تو آج ہمارے لیے؟ کیا خیال ہے پھر ہمارا؟ تو ان کی طاقت ہمارے خلاف بہت زیادہ ہے اگر اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ کے لیے اتنی وہ طاقت اختیار کرتے تھے تو پھر ہمارا کیا حال ہے۔ یہ ہم جانتے ہیں یہ آیت ہی کافی ہے ہم جانتے ہیں کہ ہمارے دشمن ہیں ہم جانتے ہیں جو کچھ بھی یہ کر رہے ہیں لیکن اللہ کی قسم ان کی جو طاقت ہے ان کی طاقت اور غلبہ جو ہمیں نظر آتا ہے اس کی وجہ یہ مسلمان ہیں، یہ مسلمان خود ہیں اس کی وجہ۔ میں صرف ایک مثال دیتا ہوں میں شرک کی بات نہیں کرتا ہوں ان شاء اللہ اگلے جمعے کا جو خطبہ ہے وہ اسی موضوع پر ہو گا کہ دین اسلام طاقت اور عزت کا دین ہے تو آج کا مسلمان بے عزت کیوں ہے؟ اس موضوع پر خطبہ ہو گا ان شاء اللہ لیکن اس میں صرف جیسے محرم کا مہینہ شروع ہونے والا ہے اس لیے ایک حدیث بیان کرتا ہوں، نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ"

(جس نے ہمارے اس دین میں نئی چیز ایجاد کی وہ شخص بھی مردود ہے اس کا وہ عمل بھی مردود ہے)

اور مردود ہمیشہ مغلوب ہوتا ہے غالب نہیں ہو سکتا۔ یہ جو دشمن ابھی آیا ہے ہمارے ملکوں میں جب تک یہ مردود لوگ موجود ہیں، بدعت موجود ہے، شرک اور خرافات موجود ہیں تو ہم مغلوب بھی ہیں۔ آج اس شرک اور بدعات کو مٹا دیں اور آج وہی توحید اور سنت کی دعوت پھر سے گھر گھر میں پہنچ جائے اور یہ مسلمان اپنا دل اپنے ربّ کے ساتھ جوڑ دے اور نبی رحمت ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے پر زندگی گزارے اللہ کی قسم ان کی کوئی طاقت کام نہیں آئے گی۔ نصرت کیا سمجھتے ہیں آپ؟ نصرت اور طاقت ہمارے بازوؤں میں ہے؟ ہماری تلواروں میں، ہمارے ٹینکوں میں ہے؟ میرے بھائی یہ ایک سبب ہے بس جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ناں تو کن فیکون ہے۔ جنگ احزاب میں کس مسلمان نے تلوار اٹھائی؟ کس مسلمان نے پتھر مارا؟ اللہ تعالیٰ نے وہ ہوا بھیجی کہ ان کے خیمے بھی اُڑ گئے، ان کا کھانا پینا ان کی دیگچیاں سب کچھ اُڑ گئیں کچھ نہیں بچا ان کا، آخر کافر ہاتھ جوڑ کر بھاگے۔ اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ میرے بندے کے دل میں کتنا ایمان اور کتنا تقویٰ ہے، بس۔ یہ کون سے تقویٰ اور ایمان کی بات ہے؟ آج جہاد کے نام پر قتل عام ہو گیا ہے۔ مجھے بتائیں کون سا مسلمان ملک ہے جو آج اس فتنے سے بچا ہوا ہے؟ بم بلاسٹ ہوتا ہے اور تیس مسلمان مرتے ہیں، چالیس مسلمان مرتے ہیں اور دو امریکن ادھر مر رہے ہیں، ایک برٹش ادھر مر رہا ہے۔ ارے کیا مسلمانوں کی جانیں اتنی سستی ہو گئی ہیں؟ ایک کافر کے لیے تیس تیس مسلمانوں کو مارتے ہو۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ کیا یہ شریعت محمدی ﷺ ہے؟ یہ ہی تعلیم نبی کریم ﷺ نے دی ہے؟ ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾

تو نبی کریم ﷺ نے توحید کی دعوت 23 سال پوری دی اور 13 سال جو مکہ میں تھے وہ صرف توحید ہی تھا اس لیے آج اگر ہم توحید کی بات کریں اور ہمیں ایک سال بھی نہیں ہوا توحید کی بات کرتے ہوئے دو سال ہوئے ہیں تقریباً تو کچھ ساتھی بے چارے پریشان ہو گئے تو یاد رکھیں کہ تیرہ سال صحابہ کرام [پریشان نہیں ہوئے تھے۔ ایک ہی آیات تھیں اور توحید کی ہی آیات تھیں، صبر کرو توحید ہے، صبر کرو توحید ہے، ہاتھ نہیں اٹھانا۔ نبی رحمت ﷺ پر گندگی رکھ دیتے تھے سجدے کی حالت میں، صحابہ کرام [جان دینے کے لیے تیار ہیں اور انہوں نے جانیں بھی دی ہیں۔ تب جان کیوں نہیں دی مکہ میں؟ اللہ کا حکم نہیں تھا۔ تو بات یہ نہیں کہ جان دینی ہے بات یہ ہے کہ اللہ کی فرماں برداری کرنی ہے اور یہ سب سے بڑا امتحان ہے یاد رکھیں۔ کچھ لوگ اپنے پیاروں کے بغیر رہ نہیں سکتے اور جب پیارے نبی رحمت ﷺ ہوں تو پھر ان کے لیے کوئی شخص دیکھ سکتا ہے اپنی آنکھوں سے کہ انہیں کوئی تکلیف پہنچائے اور ہم بیٹھے رہیں اور صحابہ کرام [پر سب سے بڑا امتحان یہ تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہماری جانیں چلی جائیں تو چلی جائیں لیکن نبی

رحمت ﷺ کو تھوڑی سی تکلیف بھی نہ ہو، سیدنا خبیب τ کا قصہ مشہور ہے سولی پر چڑھا دیا اور ہاتھ کاٹنا شروع کیے، آخر میں تنگ آ گئے انہوں نے کہا کہ بھئی ہم آپ کو یہ نہیں کہتے کہ تم کافر ہو جاؤ صرف اتنا کہہ دو کہ کاش میری جگہ محمد (ﷺ) ہوتا بس، ہم تمہاری زندگی بخش دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ:

(اللہ کی قسم میں یہ کہتا ہوں کہ محمد ﷺ جہاں پر بھی ہوں انہیں ایک کانٹا بھی نہ چبھے ہماری جانیں چاہے چلی جائیں)

جانیں دے دیں لیکن نبی رحمت ﷺ کے لیے کانٹا بھی گوارا نہیں کیا، تم تو یہ کہتے ہو کہ میں یہ کہوں کہ کاش یہاں پر ہوتے میں یہ کہتا ہوں کہ ان کو کانٹا بھی نہ چبھے وہ جہاں پر بھی ہوں صحیح سلامت ہوں، اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوں۔ تو جب توحید نے دل میں جگہ کی تھی یہ ہی توحید کی تعلیم تھی تو پھر پہاڑوں کی طرح مضبوط ہو گئے۔ کسی ہوا تو کیا جس نے بھی ٹکر لگائی اس پہاڑ سے وہ خود ذرہ ذرہ ہو گیا ریزہ ریزہ ہو گیا اور وہ ادھر ہی ثابت قدم رہے۔ ارے یہ جان تو ویسے ہی چلی جائے گی اگر دین کے لیے قربان نہیں کرو گے دنیا کے لیے قربان کرو گے تو جانا تو ویسے ہی ہے آپ کی مرضی ہے۔ اگر اس دنیا میں خیر ہوتی اور زندگی میں خیر ہوتی یا کسی نے زندہ رہنا ہوتا یا اگر کوئی زندگی کا حق دار ہوتا تو وہ نبی رحمت ﷺ ہوتے۔ جب وہ بھی اس دنیا میں نہ رہے تو ان کے بعد کون زندہ رہ سکتا ہے؟ تو اس لیے یہ یاد رکھیں کہ یہ مشکل نہیں ہے کہ آپ اس دنیا سے جاتے ہیں اور آپ کے پیچھے کچھ بھی نہیں ہے، کچھ نہیں چھوڑ کر گئے لیکن یہ خرابی ہے کہ اگر آپ مر جاتے ہیں اور آپ کے آگے کچھ نہیں ہے۔ آگے کے لیے آپ نے کیا کیا ہے؟ پیچھے کچھ نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں ہے آپ کا بوجھ آپ کی اولاد نہیں اٹھائے گی اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو رزق بھی اللہ تعالیٰ دے گا، یاد رکھیں لیکن اگر چلے گئے ہیں اور زندگی ساری اولاد کے لیے کمایا ہے اور سب کچھ پیچھے چھوڑ کر گئے ہو اور آگے کچھ بھی نہیں ہے پھر آپ نے خود جواب دینا ہے۔ آپ کے کمائے ہوئے پیسے سے پیچھے عیاشی آپ کی بیوی کرے گی بچے کریں گے اور جواب آپ دے رہے ہوں گے قبر میں، یاد رکھیں۔ تو اگر ایمان کو مضبوط کرنا ہے تو توحید کی دعوت کو اپنے دل میں بسا لو۔ جو لوگ توحید کی دعوت کے خلاف ہیں ان کی باتیں نہ سنو وہ تو کہتے ہی رہتے ہیں۔

میں جانتا ہوں کہ ہمارے ایک شیخ ہیں کتاب التوحید کو ایک دفعہ پڑھایا پھر دو مہینے کے بعد پھر پڑھایا پھر ایک سال کے بعد پھر پڑھایا، اب تک دس دفعہ پڑھا چکے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ہم ختم کرتے ہیں تو پھر تڑپ ہوتی ہے تو پھر اور اس میں فوائد بیان کرتے ہیں پھر تڑپ ہوتی ہے کہ پھر ہم اسے بیان کریں۔ دس مرتبہ اس کتاب کی شرح کر چکے ہیں دس مرتبہ۔ جس کو توحید کی لذت ایک دفعہ ایک دفعہ محسوس ہو جائے تو اس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ مچھلی کو اگر پانی سے نکال دیں تو اس کے بغیر رہ نہیں سکتی وہ۔

"وبعدها توفي صلوات الله وسلامه عليه ودينه باق" (اور اس کے بعد نبی رحمت ﷺ وفات پا گئے اور اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور ان کا دین پیچھے باقی رہا)۔ کتنی پیاری بات ہے یہ کیوں کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ نبی رحمت ﷺ کی وفات سے دین بھی چلا گیا۔ نبی رحمت ﷺ چلے گئے لیکن ان کا دین پیچھے باقی رہا۔

نبی رحمت ﷺ نے مدینہ میں جو زندگی گزاری وہ مکہ سے بالکل مختلف تھی۔ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ مکی زندگی میں مشکل تھی، مشکلات تھیں پریشانیاں تھیں اور مدینہ میں آ کر آسانی ہے لیکن نہیں، مدینہ میں ذمہ داریاں اور بڑھ گئیں۔ مکہ میں جو مشکلات تھیں وہ محدود تھیں لیکن مدینہ میں اور بڑھ گئیں۔ یہاں پر جو صحابہ ہجرت کر کے آئے اور جن انصار نے نصرت کی اور اتنے قریب تھے نبی کریم ﷺ کے اور پیارے تھے اب وقت آیا قربانی کا اور جب جہاد فرض ہوا تو نبی رحمت ﷺ خود حصہ لیتے تھے۔ غزوہ اور سریہ کا فرق جانتے ہیں آپ؟ غزوہ یعنی وہ جنگ جس میں نبی کریم ﷺ خود حصہ لیں اور سریہ وہ جنگ ہوتی جس میں نبی کریم ﷺ خود نہ ہوں کسی اور کو سپہ سالار بنا کر بھیج دیں، اسے سریہ کہتے ہیں۔ نبی رحمت ﷺ نے خود جہاد

کیا اور بہترین عبادت گزار تے اللہ تعالیٰ کے، بہترین مجاہد تھے سب سے افضل علی الاطلاق، سب سے بڑے مجاہد، سب سے بڑے عبادت گزار، سب سے بڑے بہادر اور سب سے بہترین خاوند، سب سے بہترین دوست، ایک مثال قائم کر دی نبی رحمت ﷺ نے پورے مدینے میں اور پورے مدینہ والے متاثر ہو گئے تھے سوائے ایک گروہ ایک ٹولے کے جو منافقین تھے، باقی یہود بھی اور جتنے مشرکین تھے ارد گرد وہ بھی متاثر ہو گئے اور یہودیوں نے بھی اسلام میں داخل ہونا شروع کر دیا اور معاہدہ بھی کیا، نبی رحمت ﷺ جوں ہی پہنچے انہوں نے معاہدہ کیا یہودیوں کے ساتھ مشرکوں کے ساتھ۔ آج لوگ کہتے ہیں کہ معاہدہ کیوں کرتے ہو تم لوگ یہ تو کافر ملک ہے یہ سارے طاغوت ہیں اور جو طاغوت کے ساتھ معاہدہ کرے وہ خود بھی طاغوت ہے۔ میرے بھائی نبی رحمت ﷺ جب مدینہ میں پہنچے تو معاہدہ کیا۔ کہتے ہیں کہ تب تو مجبوری تھی، ضعف تھا کمزوری تھی تو معاہدہ تو ضروری تھا کافروں کے ساتھ۔ میں کہتا ہوں کہ آج ہم میں کوئی طاقت کہاں ہے مجھے بتائیں؟ نہ تو توحید اور ایمان کی کوئی طاقت ہے ہم میں اور نہ ہی ہم میں اسلحے کی کوئی طاقت ہے۔ اگر نبی رحمت ﷺ کے لیے اس زمانے میں جائز تھا تو ہمارے لیے اس سے بھی زیادہ جائز ہے میرا خیال ہے۔ آج اُمت کا کیا حال ہے؟ کہتے ہیں کہ نہیں جی وہ تو کمزوری کی حالت تھی آج مسلمانوں میں طاقت ہے۔ اس کے جواب میں یاد رکھیں صلح حدیبیہ میں نبی رحمت ﷺ نے جب معاہدہ کیا تھا مشرکوں کے ساتھ یہ ضعف کی حالت میں تھا یا طاقت کی حالت میں تھا؟ طاقت کہاں سے آئی؟ جنگ بدر، جنگ احد اور جنگ احزاب گزر چکی تھیں کہ نہیں؟ تو طاقت تھی۔ نبی رحمت ﷺ نے طاقت کے وقت بھی کافروں سے مشرکوں سے ایسا معاہدہ کیا جس میں ظاہراً ذلت تھی اور صحابہ کرام[بھی پریشان ہوئے۔ لیکن اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ نے اسے قرآن مجید میں کس چیز کا نام دیا؟ الفتح فتح مبین اور واقعی فتح تھی اس معاہدے میں۔ جب جنگ رکی تو لوگ جوق در جوق آہستہ آہستہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہوئے لیکن کچھ لوگ اس کو سمجھنا نہیں چاہتے۔ وہ کہتے ہیں کہ جس نے بھی کافر ملک کے ساتھ معاہدہ کیا، کافر طاغوت ہے معاہدہ کرنے والا طاغوت ہے ان کی بات ماننے والا بھی طاغوت ہے، یہ سارے طاغوت ہی طاغوت ہیں۔ تو اس پر بھی ان شاء اللہ اگلے دروس میں جب ہم بات طاغوت کی کریں گے، توحید حاکمیت اور حکمران کی فراں برداری اور طاغوت کے موضوع پر ان شاء اللہ تفصیل سے بات کریں گے۔

نبی رحمت ﷺ کافی لمبے عرصے کے بعد، مدینہ طیبہ میں گزارنے کے بعد اور اپنے بہت سارے ایسے پیاروں سے جدائی کے بعد اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اس دنیا میں کوئی زندہ نہیں رہتا سوائے اللہ تعالیٰ کے، جو پیدا ہوا اس نے مر جانا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے جو کام نبی رحمت ﷺ کو سونپا تھا، جو رسالت دی تھی وہ نبی رحمت ﷺ نے بہترین طریقے سے اپنی اُمت تک پہنچا دی اور اللہ تعالیٰ کا پیغام اُمت تک پہنچا دیا اور لوگوں کو حجۃ الوداع میں گواہ کر دیا کہ گواہ رہنا میں یہ تعلیم دے کر جا رہا ہوں۔ جب دعوت پوری ہو گئی اور نبی رحمت ﷺ نے دیکھا کہ اسلام کا نور اور توحید کا جھنڈا لہرا رہا ہے اور مومن کا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اتنا ایمان پختہ ہے کہ اس پیغام کو آگے پہنچا سکتے ہیں تو نبی رحمت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تخییر دی ہے۔ یاد رکھیں کہ جتنے بھی انبیاءo ہیں ان کی جب روح قبض کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیج کر اجازت لیتے ہیں۔ تو فرشتے اجازت کے لیے آئے تو نبی رحمت ﷺ نے کیا اختیار کیا؟ "إلي رفيق الأعلى" اور اس کے بھی اشارات ہیں کہ یہ آخری وقت ہے نبی کریم ﷺ کا۔ سن 10 ہجری کا جو رمضان تھا ہر رمضان کے مہینے میں دس دن نبی رحمت ﷺ اعتکاف میں بیٹھتے تھے اس رمضان میں بیس (20) دن اعتکاف کیا۔ ہر سال میں ایک مرتبہ جبریلπ ایک مرتبہ قرآن مجید کا تدارس کرتے تھے اور اس سال میں دو مرتبہ کیا اور حجۃ الوداع میں نبی رحمت ﷺ نے خود فرمایا "خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ ،فَلَعَلِّي لَا أَحُجُّ بَعْدَ عَامِي هَذَا" (آؤ مجھ سے حج کے طریقے سیکھ لو ہو سکتا ہے کہ میں اس سال کے بعد حج نہ کروں)۔ اور یہ بھی اشارہ تھا اور سورۃ النصر اتری ایام تشریق کے دوسرے دن بارہ کو۔ سورۃ النصر کے بارے میں سیدنا عبد اللہ بن عباسω فرماتے ہیں کہ اس سورۃ

میں اشارہ ہے نبی رحمت ﷺ کی وفات کا۔ یہ مفسر قرآن ہیں اور چھوٹی سی عمر تھی لیکن تفسیر دیکھیں کتنی پیاری تفسیر ہے۔ کہاں سے انہیں علم ہوا؟ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾ (النصر 1-3) کہاں سے، یہاں پر کوئی اشارہ ہے کہیں سے؟ دیکھیں علم کی بات دیکھیں، عمر بھی اتنی بڑی نہیں تھی لیکن نبی رحمت ﷺ کی مجالس میں بیٹھ کر علم کا نور ان کے دل میں تھا۔ آپ ذرا غور کریں کہ جتنی بھی عبادات ہیں عبادات کے آخر میں کیا ہوتا ہے؟ استغفار ہوتا ہے یہ حکمت ہے اللہ تعالیٰ کی۔ نماز کے بعد کیا کہتے ہیں؟ استغفار۔ حج کے بعد دیکھیں جو اتنی بڑی عبادات ہیں آخر میں استغفار ہے۔ حالانکہ سوچنا چاہیے کہ جب عبادت ہم نے کرلی ہے تو اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کی ہے تو استغفار کیوں؟ اس کی حکمت یہ ہے کہ (واللہ اعلم) ہم نے اس طریقے سے عبادت نہیں کی جس طرح سے ہمیں کرنی چاہیے تھی، جو کوتاہی رہ گئی ہے تھوڑی سی اس کا ہم استغفار کرتے ہیں۔ تو نبی رحمت ﷺ کی زندگی مبارک زندگی ہے، ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں گزاری ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کو نازل فرمایا ہے اشارہ ہے کہ اب زندگی کا آخری وقت آگیا ہے ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ اب جو مشن تھا وہ پورا ہو گیا ہے اب لوگ جوق درجوق اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ جب یہ وقت آجائے تو کیا کرنا ہے؟ ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾ اب اللہ تعالیٰ کی مغفرت، اے میرے پیارے نبی ﷺ۔ عبد اللہ بن عباس نے یہ دیکھا کہ استغفار تب ہوتا ہے جب عبادت کی آخر ہوتی ہے عبادت کے بعد اور نبی رحمت ﷺ کی زندگی ساری عبادت میں گزری ہے، استغفار اس لیے آیا ہے کہ اب زندگی کا آخری وقت ہے اس لیے استغفار کا لفظ ہے اور واقعی نبی رحمت ﷺ کا وہ آخری وقت تھا۔ اور اس کا اور بھی جو اشارہ ہے کہ سن 11 ہجری صفر میں نبی رحمت ﷺ احد کی طرف نکلے، شہداء احد اور انہیں الوداع کہا جیسا کہ کوئی انسان جاتے وقت زندوں کو الوداع کہتا ہے تو وہ وہاں پر گئے جیسا کہ وہ الوداع کہنے والے ہوں اور پھر بقیع کی طرف گئے ایک رات میں اور ان کے لیے مغفرت کی اور ان کے لیے دعا کی جو عام دعائیں کی جاتی ہیں۔ صفر کی 29 تاریخ سن 11 ہجری کو نبی رحمت ﷺ کو تکلیف شروع ہوئی، سوموار کا دن تھا۔ نبی رحمت ﷺ بقیع سے ایک جنازے کی نماز پڑھ کر آرہے تھے تو راستے میں ان کو شدید سر کا درد ہوا اور تیز بخار تھا۔ گھر پہنچے تو اُمنا عائشہ p نے فرمایا، اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! میرے سر میں شدید درد ہے "وَا رَأْسَاهُ" تو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! تم نہیں بلکہ میرے سر میں شدید درد ہے۔ تو جب نبی رحمت ﷺ نے دیکھا کہ اُمنا عائشہ پریشان ہیں، وہ ان سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے تو یہاں پر دیکھیں کہ شدید تکلیف میں بھی دیکھیں کہ کس طریقے سے وہ اپنے اس پیار کا اظہار کرتے ہیں۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! پریشان کیوں ہوتی ہے اگر تو مجھ سے پہلے مر جائے میں تجھے غسل دوں، تجھے کفن دوں تجھ پر نماز خود پڑھوں، تجھے خود قبر کے اندر دفن کروں اور تجھے کیا چاہیے؟ یعنی کتنی فضیلت ہے تیرے لیے، ایک مذاق کے طور پر جیسے تاکہ ان کی یہ تکلیف بھی دور ہو جائے۔ اُمنا عائشہ p سے رہا نہیں گیا، جتنی نبی کریم ﷺ ان سے محبت کرتے وہ ان سے بھی زیادہ نبی کریم ﷺ سے محبت کرتیں۔ اُمنا عائشہ p نے فرمایا، میں جانتی ہوں کہ آپ یہ کیوں کہہ رہے ہیں آپ چاہتے ہیں کہ میری جگہ کوئی اور لے لے۔ یعنی کوئی اور بیوی میرے گھر میں آپ لے کر آنا چاہتے ہیں آپ اس لیے یہ کہہ رہے ہیں۔ سبحان اللہ، یہ محبت تھی۔ نبی رحمت ﷺ جب بیمار تھے تو گیارہ دن بیمار رہے اور ٹوٹل دن تیرہ تھے تیرہ یا چودہ لیکن گیارہ دن خود نماز پڑھائی بیماری کی حالت میں بھی یعنی نماز کی اہمیت دیکھیں کہ شدید بخار ہے اور شدید سر کا درد ہے اس کے باوجود بھی تیرہ یا چودہ دن ٹوٹل تھے بیماری کے گیارہ دن خود نماز پڑھائی۔ پھر آخری ہفتے کی بات کرتے ہیں کہ آخری ہفتے میں نبی رحمت ﷺ کی تکلیف بڑھ گئی اور پوچھتے تھے اپنی ازواج مطہرات سے امہات المؤمنین γ سے کہ کل میں نے کس کے گھر میں جانا ہے؟ یعنی میری باری کہاں پر ہے کل؟ نبی رحمت ﷺ خود جاتے تھے تو یہ اشارہ تھا اور امہات المؤمنین γ نے دیکھا کہ نبی رحمت ﷺ کو تکلیف ہو رہی ہے تو ان سب کا اتفاق تھا کہ آپ ﷺ اُمنا عائشہ

ρ کے گھر میں رہیں۔ان سب کی اجازت بھی تھی اور اتفاق بھی ہے ان سب کا یعنی آپ ﷺ کو تکلیف نہ ہو کہ اس بیماری میں آپ ﷺ ایک رات یہاں پر اور ایک رات یہاں پر اس طریقے سے ۔ تو نبی رحمت ﷺ نے اپنی زندگی کا آخری ہفتہ اُمنا عائشہ ρ کے گھر گزارا اور اُمنا عائشہ ρ جب دیکھتیں کہ نبی رحمت ﷺ کی تکلیف زیادہ ہے تو وہ خود دم کرتیں معوذات پڑھتیں نبی رحمت ﷺ کے دونوں ہاتھوں پر دم کرتیں اور نبی رحمت ﷺ کے جسم پر نبی رحمت ﷺ کے اپنے ہاتھ چہرے پر اور جسم پر ہاتھ پھیرتیں کیوں کہ نبی رحمت ﷺ کے ہاتھ مبارک ہیں۔ بدھ کے دن وفات سے پانچ دن پہلے یعنی سوموار کو وفات ہوئی تو بدھ کے دن نبی رحمت ﷺ کو شدید بخار ہوا بے ہوشی طاری ہو گئی تو نبی رحمت ﷺ نے حکم دیا کہ پانی کے مشکیزے لے کر آئیں اور میرے اوپر ڈالیں۔ نماز کا وقت ہو رہا تھا تو نبی رحمت ﷺ پر پانی ڈالا گیا اور تھوڑی سی طبیعت سنبھلی، نبی رحمت ﷺ مسجد میں داخل ہوئے نماز پڑھائی اور خطبہ دیا۔بڑا پیارا خطبہ تھا اس خطبے کی جو بعض چیزیں ہیں کہ:

(لعنت ہو اللہ تعالیٰ کی یہود وں و نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے انبیاءo کی قبروں کو مساجد بنا دیا)

اور یہ صحیح بخاری کی روایت ہے۔دوسری روایت میں نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

"لا تَتَّخِذُوا قَبْرِي وَثَنًا يُعْبَدُ"

(میری قبر کو وثن نہ بنانا جس کی عبات کی جائے)

اور یہ موطا امام مالک کی روایت ہے اور اسی دن نبی رحمت ﷺ نے خطبے کے دوران اپنی قمیض کو اوپر کیا اور یہ کہا کہ اگر میں نے کسی کو ناجائز کوئی کوڑا مارا ہو یا کوئی تکلیف دی ہو تو آج آپ محمد ﷺ سے اپنا حق لے لو اور اگر میں نے کسی کو کوئی گالی دی ہو یا کوئی غلط لفظ کہا ہو تو آج میں آپ کے سامنے ہوں آج اپنا حق مجھ سے لے لو۔ نبی رحمت ﷺ نے اس دن کے بعد دوسرے دن پھر جب خطبہ دیا تو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

"أُوصِيكُمْ بِالأَنْصَارِ "(میں تمہیں وصیت کرتا ہوں انصار کی) انصار نے میرا بہت ساتھ دیا ہے اور جو وہ کر سکتے تھے انہوں نے کیا ہے اب ان کے لیے رہتا ہے جو میں نے ان کے لیے کرنا ہے اگر وہ کوئی اچھا کام کریں تو اس کو قبول کرنا اور اگر ان سے کوئی غلطی ہو جائے تو ان کو معاف کر دینا۔ اور پھر فرمایا کہ لوگ تو بہت زیادہ ہیں لیکن انصار بہت کم ہیں جیسا کہ کھانے میں نمک کی مقدار ہوتی ہے لوگوں میں انصار کی اتنی مقدار ہے یعنی ان جیسے لوگ دنیا میں بہت کم ہیں۔ پھر نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تخیر کیا ہے اختیار دیا ہے کہ آپ کو دنیا چاہیے دنیا کی بہتری چاہیے زھرۃ دنیا چاہیے یا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ چاہیے تو اس بندے نے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں تھا اسی کو لیا۔ تو سیدنا ابو سعید خدری τ جو اس روایت کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق τ رو پڑے، رونے لگے اس وقت جب یہ الفاظ سنے اور یہ فرمایا "فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا" (اے ہمارے پیارے نبی ﷺ تجھ پر قربان ہوں ہمارے ماں باپ)۔ تو ہمیں تعجب ہوا کہ نبی رحمت ﷺ کسی کی بات کر رہے ہیں اور یہ جو بزرگ ہیں یہ رو رہے ہیں۔ تو نبی رحمت ﷺ وہی بندے تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کچھ تیار کیا تھا وہی اس کو لیا۔ تو سیدنا خدری τ فرماتے ہیں "وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا" (اور ہم سے زیادہ علم والے ابو بکر صدیق تھے)۔ یعنی اور بھی صحابہ تھے لیکن صرف انہیں پتہ چلا کہ نبی رحمت ﷺ کا کیا مقصد ہے کہ یہ آخری اوقات ہیں اور یہ مرض ہو سکتا ہے کہ یہ مرض الموت ہو۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا اسی وقت "إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ "سب سے زیادہ جس نے میری خدمت کی ہے اور اس شخص کا احسان ہے جس نے اپنے آپ کو اور اپنے مال کو میری خدمت میں قربان کر دیا وہ ابو بکر صدیق ہے اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا اللہ تعالیٰ کے سوا تو میں ابو بکر کو خلیل ضرور بناتا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنا دیا۔ مسجد میں سارے کے سارے جو چھوٹے دروازے ہیں (طاق ہوتے ہیں چھوٹے) وہ بند کر دیجئے سوائے ابو بکر

صدیق τ کے دروازے کے ، یہ ہمیشہ رہے گا۔ اور یہ اشارہ تھا کہ میرے بعد خلیفہ ابو بکر صدیق τ ہیں۔ اشارات تو بہت ہیں جیسا کہ ابھی اس حدیث میں بھی آیا ہے۔

جمعرات کے دن نبی رحمت ﷺ کی زیادہ تکلیف بڑھی اور جمعرات کے دن انہوں نے وصیت کا حکم دیا کہ یہود و نصاریٰ کو مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دیجیے اور جو وفد آتے تھے اور مال لے جاتے تھے ان کو ویسے رکھنا اور قرآن اور سنت کو ہمیشہ تھامے رکھنا اور اسامہ بن زید τ کا جو لشکر ہے اسے بھیجنا اور نماز اور آپ کی جو غلام اور لونڈیاں ہیں ان کا خاص خیال رکھنا۔ جب عشاء کا وقت ہوا جمعرات کے دن تو نبی رحمت ﷺ کی زیادہ تکلیف بڑھ گئی اور مسجد کی طرف باہر نہ جاسکے تو نبی رحمت ﷺ نے سوال کیا اُمنا عائشہ ρ سے ، کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ! ابھی تک نماز نہیں پڑھی وہ آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں۔ نبی رحمت ﷺ نے حکم دیا کہ میرے لیے پانی تیار کرو غسل کے لیے۔ تو نبی رحمت ﷺ نے غسل کیا پھر اٹھے تھوڑا سا افاقہ ہوا پھر چلے پھر غشی طاری ہوگئی اور بے ہوش ہوگئے پھر جب آنکھ کھلی پھر سوال کیا، کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ تو اُمنا عائشہ ρ نے جواب دیا کہ ابھی تک نماز نہیں پڑھی وہ آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں۔ دوسری مرتبہ بھی اس طریقے سے پانی سے غسل کیا اور پھر کھڑے ہوگئے پھر بے ہوشی طاری ہوئی تیسری مرتبہ بھی اسی طریقے سے ہوا تو پھر نبی رحمت ﷺ نے حکم دیا کہ ابو بکر صدیق τ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

یہ نبی رحمت ﷺ کا حال تھا نماز کے ساتھ جن کے اللہ تعالیٰ نے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے آج ہم دیکھیں کہ مسلمانوں نے نماز کے ساتھ کیا حشر کیا ہے۔ تو سیدنا ابو بکر صدیق τ نے نبی رحمت ﷺ کی زندگی میں 17 نمازیں پڑھائیں ٹوٹل 17 نمازیں جب آپ ﷺ زندہ تھے۔ ہفتے کے دن نبی رحمت ﷺ نے دیکھا کہ ابھی تھوڑی سی خفت ہے طبیعت کچھ بہتر ہے تو دو صحابہ کو بلایا اور ان کے کندھوں پر سہارا لیتے ہوئے ظہر کی نماز کے لیے باہر گئے، سیدنا ابو بکر صدیق τ نماز پڑھا رہے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ آرہے ہیں اور ساتھ آگئے تو سیدنا ابو بکر صدیق τ نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی کہ میں پچھلی صف میں کھڑا ہو جاتا ہوں تو نبی رحمت ﷺ نے اشارہ دیا کہ جہاں پر ہو وہیں پر کھڑے رہو اور ان دو صحابہ کو حکم دیا جن کے کندھوں پر نبی رحمت ﷺ ہاتھ رکھے ہوئے تھے مجھے سیدنا ابو بکر صدیق τ کے بائیں جانب بٹھا دو۔ نبی رحمت ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے سیدنا ابو بکر صدیق τ کھڑے ہو کر اور باقی جو لوگ تھے وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، سیدنا ابو بکر صدیق τ نبی رحمت ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے تو امام نبی رحمت ﷺ تھے سیدنا ابو بکر صدیق τ ان کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے اور باقی جو ہیں وہ ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔

آخری دن میں نبی رحمت ﷺ نے جتنے بھی ان کے غلام تھے ان سب کو آزاد کر دیا اور مال دیکھا کہ گھر میں کتنا رکھا ہے تو سات دینار رکھے ہوئے تھے ان کو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں دے دیا، جو اسلحہ تھا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں دے دیا بیت المال میں۔ اس رات میں نبی کریم ﷺ کے گھر میں تیل نہیں تھا دیا جلانے کے لیے اُمنا عائشہ صدیقہ ρ نے پڑوسیوں سے تھوڑا سا تیل لے کر دیے کو جلایا اور نبی رحمت ﷺ کی ایک ڈھال تھی جو ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ نبی رحمت ﷺ نے تیس صاع لیے تھے جو کے اس ڈھال کو گروی رکھ کر۔

آخری دن سوموار کے دن سیدنا انس بن مالک τ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم فجر کی نماز پڑھ رہے تھے سوموار کے دن تو ہم نے دیکھا کہ نبی رحمت ﷺ اپنا جو ستر تھا جو کپڑا تھا پردہ جو تھا اسے ہٹا کر دیکھا اور نبی رحمت ﷺ مسکرائے یعنی یہ حال دیکھ کر کہ سب نماز پڑھ رہے ہیں تو تھوڑا سا مسکرائے، سیدنا ابو بکر صدیق τ نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی کہ ہو سکتا ہے کہ نبی رحمت ﷺ ابھی آتے ہیں نماز کے لیے تو نبی رحمت ﷺ نے اشارہ کیا کہ نماز پر قائم رہو پھر اپنے حجرے میں داخل ہوئے اور پردہ بھی بند کر دیا (اور یہ سب صحیح بخاری سے ہے جو میں بیان کر رہا ہوں) اور اس کے بعد نبی رحمت

ﷺ پر دوسری نماز کا وقت نہیں آیا۔ جب سورج نکلا اور ضحیٰ کا وقت ہوا تو نبی رحمت ﷺ نے سیدہ فاطمہ ρ کو بلایا اپنی بیٹی کو اور کان میں کچھ بات کی سرگوشی میں تو وہ رونے لگیں پھر تھوڑی دیر کے بعد کچھ اور کہا پھر وہ ہنسنے لگیں۔ اُمنا عائشہ ρ نے بعد میں پوچھا سیدہ فاطمہ ρ سے کہ وہ کیا بات تھی؟ سیدہ فاطمہ ρ نے فرمایا نبی رحمت ﷺ نے پہلے مجھے یہ فرمایا کہ یہ میرا آخری وقت ہے اور میں اس بیماری میں وفات پا جاؤں گا تو میں رونے لگی اور مجھے دکھ ہوا پھر جب دوسری مرتبہ مجھ سے بات کی اور میں ہنسی خوشی سے نبی رحمت ﷺ نے یہ خوش خبری دی کہ میرے گھر سے سب سے پہلے وفات پانے والی آپ ہیں اور نبی رحمت ﷺ نے یہ بھی بشارت دی تھی کہ صرف یہ ہی نہیں کہ آپ وفات پا کر بہت ہی جلد آئیں گی بلکہ یہ بھی خوش خبری سنائی تھی کہ آپ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور سیدنا حسن اور حسین ω کو بلایا چھوٹے بچے تھے ان کو پیار کیا اور اپنی ازواج مطہرات سب کو وعظ کیا اور نصیحت کی اور یہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے اُمنا عائشہ ρ کو کہ اے عائشہ جو کھانا اس یہودی عورت نے مجھے دیا تھا اس کا زہر آج اثر کر رہا ہے اور نبی رحمت ﷺ نے اس وقت جو وصیت کی تھی آخری وقت میں وہ یہ تھی "الصَّلَاةَ الصَّلَاةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ "(نماز کو کبھی نہ چھوڑنا، نماز کو کبھی نہ چھوڑنا اور جو تمہارے under ہیں غلام ہیں یا باندیاں ہیں یا لونڈیاں ہیں ان کا خاص خیال رکھنا)۔ تین مرتبہ یہ فرمایا، یہ بھی صحیح بخاری میں ہے۔ نبی رحمت ﷺ کی جب تکلیف بڑھی تو اُمنا عائشہ ρ نے اپنے سینے سے ان کو لگایا اور اُمنا عائشہ ρ ہمیشہ کہتیں بعد میں کہ اللہ تعالیٰ کا بہت ہی انعام اور فضل ہے میرے اوپر کہ نبی رحمت ﷺ نے میرے گھر میں وفات پائی اور میرے سینے پر ان کا سر تھا اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب کو ان کے لعاب سے ملا دیا۔ اور وہ کیسے؟ عبد الرحمٰن بن ابو بکر صدیق ω آئے نبی رحمت ﷺ کو ملنے کے لیے ہاتھ میں مسواک تھا ان کے اور نبی رحمت ﷺ نے اپنا سر اُمنا عائشہ ρ کے سینے پر رکھا ہوا تھا تو دیکھا مسواک کی طرف لیکن تکلیف اتنی زیادہ تھی کہ بات نہ کر سکے لیکن بار بار دیکھتے رہے مسواک کی طرف تو اُمنا عائشہ ρ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ کو مسواک چاہیے؟ نبی رحمت ﷺ نے اپنے سر کا ہلایا تو اس مسواک کو اٹھایا، الٹا کیا اور اسے چبایا اور نرم کیا اور نبی رحمت ﷺ کو دیا تو نبی رحمت ﷺ نے جب اس کو ہاتھ میں لیا تو اتنے اچھے طریقے سے اس وقت مسواک کیا کہ جیسا کہ عام حالات میں کرتے تھے جیسا کہ ان کو تکلیف ہی نہ ہو پھر نبی رحمت ﷺ نے پانی منگوایا پانی میں اپنا ہاتھ مبارک رکھتے اور یہ کہتے "لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ "لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ موت کی سکرات حق ہے اور سکرات کی تکلیف بھی ہوتی ہے اور پھر نبی رحمت ﷺ نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور شہادت کی انگلی اوپر کی اور کچھ بولے کچھ فرمائے۔ اُمنا عائشہ ρ فرماتی ہیں کہ میں نے سنا اپنا کان قریب کر کے کیوں کہ ان کا سر مبارک ان کے سینے پر تھا تو میں اپنا کان قریب کیا تو میں نے سنا نبی رحمت ﷺ فرما رہے تھے "مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي، وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الأَعْلَى، اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الأَعْلَى"۔ یہ بھی صحیح بخاری میں ہے تین مرتبہ یہ فرمایا اور نبی رحمت ﷺ وفات پا چکے ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ اور یہ ضحیٰ کا وقت تھا سوموار کا دن 12 ربیع الاول سن 11 ہجری۔ نبی رحمت ﷺ کی زندگی، 63 سال کی عمر تھی۔ اس کے بعد جب یہ خبر پہنچی لوگوں تک تو صحابہ کرام [کافی پریشان ہوئے اور اتنی پریشانی بڑھ گئی تھی کہ بعض صحابہ نے انکار کیا کہ نبی کریم ﷺ نے وفات پائی ہے۔ سیدنا انس بن مالک τ فرماتے ہیں کہ جب نبی رحمت ﷺ مدینہ میں آئے تو سب کچھ روشن ہو گیا اور جب نبی رحمت ﷺ نے وفات پائی تو مدینہ میں اندھیرا سا چھا گیا۔ اور یہ دارمی کی روایت ہے، اس لیے جو لوگ کہتے ہیں "مدینہ منورہ" بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ نام درست نہیں ہے اس روایت کی بنیاد پر کہ جب صحابی رسول ﷺ فرما رہے ہیں کہ مدینہ کی گلیوں میں اندھیرا سا چھا گیا تو نور کہاں سے آ گیا تو جو صحیح نام ہے مدینہ کا مدینہ طیبہ ہے، مدینہ نبویہ ہے صحیح نام ہے اور مدینہ منورہ جو ہے یہ نام درست نہیں ہے اور آپ دیکھیں کہ دسویں صدی تک تقریباً جتنی بھی کتابیں ہیں آپ ان میں دیکھیں گے کہ مدینہ نبویہ کا نام

ہے۔ یہ مدینہ منورہ جو ہے یہ سب سے پہلے صوفیوں کی ایجاد ہے انہوں نے اپنی کتابوں میں یہ لکھا ہے اور آہستہ آہستہ یہ اتنا پھیل گیا کہ آج سب اس نام سے واقف ہیں بلکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی رحمت ﷺ کی قبر سے نور نکلتا ہے آسمان کی طرف جو لوگ بھٹکے ہوئے ہوتے ہیں اور گمراہ ہوتے ہیں ان کو راستہ نہیں مل رہا ہوتا تو اس نور کو دیکھ کر مدینہ کی طرف پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن جو صحیح بات ہے صحابی رسول ﷺ کا یہ فرمان کہ مدینے کی گلیوں میں اندھیرا چھا گیا اور اندھیرا ہی اندھیرا تھا اور وحی کا نور بھی بند ہو چکا تھا وحی کا دروازہ بھی بند ہو چکا تھا تو جو صحیح نام ہے وہ ہے مدینہ نبویہ اور مدینہ طیبہ۔

جب سیدنا عمر بن خطاب τ نے یہ خبر سنی تو انہوں نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ بعض منافقین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ وفات پا گئے اور نبی رحمت ﷺ نے وفات نہیں پائی، اللہ کی قسم وہ تو صرف کچھ وقت کے لیے گئے ہیں اپنے ربّ سے ملاقات کے لیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی موسیٰ π گئے تھے چالیس دن کے لیے، نبی رحمت ﷺ واپس آئیں گے اور جو شخص یہ کہے گا کہ نبی کریم ﷺ وفات پا گئے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ یہ موقف تھا سیدنا عمر بن خطاب τ کا۔ تھوڑی دیر کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق τ آئے اور مسجد میں داخل ہوئے کسی سے بات نہیں کی، سیدھا گئے نبی کریم ﷺ کی طرف نبی رحمت ﷺ کے چہرہ مبارک سے کپڑے کو ہٹایا اور یہ فرمایا روتے ہوئے "بِأَبِي أَنْتَ وَ أُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ" (تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں) "لاَ يَجْمَعُ اللَّهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ" (اللہ تعالیٰ تیرے لیے دو موتیں کبھی بھی جمع نہیں کرے گا) "أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا" (جو موت تجھ پر لکھ دی وہ تو آ گئی ہے) پھر انہوں نے نبی کریم ﷺ کی پیشانی پر پیار کیا دونوں آنکھوں کے درمیان میں اور لوگوں کا شور شرابا تھا باہر، سیدھا اٹھے منبر کی طرف اور سیدنا عمر بن خطاب τ لوگوں سے بات کر رہے تھے اور تلوار ہاتھ میں تھی تو سیدنا ابو بکر صدیق τ نے انہیں حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ لیکن انہوں نے کسی کی نہ سنی۔ سیدنا ابو بکر صدیق τ سیدھا منبر پر گئے اور بڑا عظیم اور بڑا پیارا خطبہ دیا، اس موقع پر پتہ چلتا ہے کہ مرد کون ہوتے ہیں، یہ وہ موقع ہے جب پتہ چلتا ہے کہ عالم کون ہوتے ہیں، یہ وہ موقع ہے جب پتہ چلتا ہے کہ ضرورت کے وقت اور حکمت کے وقت انسان اپنے جوش اور جذبات پر قابو کر سکتا ہے یا نہیں۔ سیدنا ابو بکر صدیق τ منبر پر جب کھڑے ہو گئے حمد ثناء پڑھی، فرمایا (تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو محمد ﷺ وفات پا گئے)۔ یاد رکھیں کہ رسول اللہ کا نام نہیں لیا یہاں پر، نبی اللہ کا نام نہیں، رحمت اللعالمین کا نام نہیں لقب نہیں، محمد صرف محمد۔ اگرچہ جو مخالفین ہیں رافضی وغیرہ کہتے ہیں کہ دیکھیں یہ بے ادبی دیکھیں محمد کہتے ہیں ، اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ایسے نہ پکارا کریں اور آپ کہتے ہیں کہ یہ سب سے بڑے عظیم صحابی ہیں اور یہ نام محمد لے رہے ہیں اس وقت۔ یہ جہالت ہے، جو لوگ یہ بات کرتے ہیں ناں واللہ وہ جاہل ہیں۔ یہ وہی وقت ہے، اس کی مناسبت بھی یہ ہی ہے کہ یہاں پر محمد کا نام لیا جائے۔ حکمت جانتے ہیں آپ؟

1۔ لوگ پہلے سے پریشان ہیں اور یہ ماننے کے لیے تیار نہیں کہ وفات پا چکے ہیں۔

2۔ یہ ماننے کے لیے تیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ بھی وفات پا سکتے ہیں۔ نبی ہیں، رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے اتنے قریب ہیں وہ بھی وفات پا جائیں گے۔

تو یہاں پر مناسبت تھی کہ لفظ محمد کا ہوگا کہ اگر محمد (ﷺ) کی عبادت کرتے تھے تو محمد (ﷺ) وفات پا چکے اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے کبھی مرنے والا نہیں اور دلیل کے طور پر اس آیت کو تلاوت کیا:

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ (آل عمران/144)

(اور محمد ﷺ صرف رسول ہیں، ان سے پہلے بھی رسول اور پیغمبر گزر چکے ہیں کیا ان کو اگر موت آجائے یا وہ وفات پا جائیں یا انہیں کوئی قتل کر دے کیا تم اوندھے منہ واپس لوٹ جاؤ گے یعنی کفر کی طرف؟ اور جو اوندھے منہ واپس چلا جائے کفر کی طرف ﴿ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ﴾ اللہ تعالیٰ کو اس نے کیا نقصان پہنچانا ہے ﴿ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ثواب دیتے ہیں اور جزا دیتے ہیں جو شکر گزار ہیں)

سیدنا عبد اللہ بن عباس ω فرماتے ہیں "وَاللّٰهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الآيَةَ " اللہ کی قسم لوگوں کو پتہ ہی نہیں تھا کہ یہ آیت قرآن میں موجود ہے۔ اتنا شدید صدمہ تھا لوگوں کو اس وقت۔ "حَتَّى تَلاَهَا أَبُو بَكْرٍ" جب سیدنا ابو صدیق نے اس آیت کو تلاوت کیا پھر لوگوں کو پتہ چلا کہ قرآن مجید میں یہ آیت بھی موجود ہے۔ "فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ" پھر لوگوں نے اس آیت کو سنا اور ان کی زبان پر یہ آیت ہی تھی اور وہ جو صدمہ تھا وہ کم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی اس آیت سے اس وحی کے نور سے جو تکلیف تھی جو سینے کی تنگی تھی جو اتنا بڑا صدمہ تھا جو غم تھا وہ سارا کا سارا اسی وقت کم ہو گیا اور انہیں پتہ چلا کہ ہمیں حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا ملا ہے۔

جب سیدنا عمر بن خطاب τ نے یہ سنا وہ خود فرماتے ہیں بعد میں کہ اللہ کی قسم جب یہ آیت میرے کانوں میں یہ آیت آئی تو میرے پاؤں مجھے اٹھا نہ سکے اور میں زمین پر گر گیا اور مجھے تب یقین ہوا کہ نبی کریم ﷺ واقعی وفات پا چکے ہیں۔

یہ بھی صحیح بخاری، مسلم کی روایت ہے۔ تو اس طریقے سے سیدنا ابو بکر صدیق τ نے اس کٹھن اور مصیبت کی شدت میں حکمت عملی کرتے ہوئے مومنوں کو پھر سے قرآن اور سنت کے راستے کی طرف بلایا اور پھر سے وہی ہدایت جو نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں دی تھی اسی کی طرف انہیں جگایا کیوں کہ انسان کمزور ہے ضعیف ہے کسی پیارے کی جدائی برداشت نہیں ہوتی اور جب پیارا نبی کریم ﷺ جیسا پیارا تو پھر اور بھی مشکل بڑھ جاتی ہے اور بھی مصیبت دگنی ہو جاتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں جسے زندگی دی ہے اسے موت ضرور عطا کرے گا یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اور بقاء ہے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ﴾ بات یہ نہیں ہے کہ آپ نے کتنا زندہ رہنا ہے بلکہ کمال اس میں ہے کہ آپ نے زندگی کیسے گزارنی ہے اور آخرت کے لیے آپ نے کیا تیاری کی ہے۔